فکر اقبال اور عصر حاضر میں تہذیبی کشمکش

ڈاکٹر محمد اشرف کمال

صدر شعبہ اردو

گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج بھکر

کسی بھی قوم کے لیے اس کی تہذیب وثقافت اور تمدن بنیادی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں کیونکہ سماج میں زندگی کے تمام تر معاملات تہذیب وثقافت کے گرد ہی گھومتے ہیں۔تہذیب وثقافت انسان کے خارجی اعمال اور داخلی محسوسات کے مابین اساسی عمل پذیری کا درجہ رکھتی ہے۔تہذیب کسی بھی معاشرے کی بامقصد تخلیقی سرگرمی کو کہا جاتا ہے جو کہ سماجی حوالے سے اخلاق و اقدار کے نظام کو ترتیب دیتی ہے۔سبط حسن لکھتے ہیں:

”تہذیب معاشرے کی طرز زندگی اور طرز فکر واحساس کا جوہر ہوتی ہے۔ چنانچہ زبان، آلات واوزار، پیداوار کے طریقے اور سماجی رشتے، رہن سہن، فنون لطیفہ ، علم وادب فلسفہ وحکمت، عقائد وافسوں ، اخلاق وعادات، رسوم وروایات، عشق ومحبت کے سلوک اور کاندانی تعلقات وغیرہ تہذیب کے مختلف مظاہر ہیں۔“(۱)

موجودہ دور تہذیبوں اور ثقافتوں کے حوالے سے ایک نئے ڈسکورس سے وابستہ ہے۔کوئی بھی قوم بغیر تہذیب وثقافت کے ترقی نہیں کرسکتی اور نہ اپنا وجود انفرادی حوالے سے برقرار رکھ سکتی ہے نہ اپنے تشخص کو ابھار سکتی ہے۔اقبال نے اپنی شاعری اور خطبات میں پاک وہند کے مسلمانوں کے لیے جس تہذیب کی بات کی ہے اس کی بنیاد بلاشبہ ان اسلامی اور مشرقی خطوط پر رکھی گئی ہے جو کہ ایک انسان دوست اور پر امن معاشرہ تشکیل دینے میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔اقبال نے مغربی تہذیب کو ایک سراب اور دھوکہ قرار دیا ہے۔ان کے افکار میں تہذیب کی بنیاد نظریہ تحرک اور ضابطہ اخلاق پر رکھی گئی ہے۔جس طرح زندگی ہر لحہ تغیر پذیر ہے اسی طرح تہذیب بھی اپنے اندر تبدیلیاں لاتی رہتی ہے۔مذہب اور نظام اخلاقیات تہذیبی اور ثقافتی عمل میں اہم کردار کے حامل ہوتے ہیں ۔تہذیب وثقافت کے ارتقا اور نشوونما میں اعتقاد ، فکروعمل ، اجتماعی رویے اور معاشرتی مزاج میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔عصر حاضر میں پاکستان میں تہذیبی تصادم سے بچنے کے لیے فکرِ اقبال سے مفید کام لیا جاسکتا ہے۔

اقبال مغربی تہذیب وثقافت کے ایک بڑے نقاد کی حیثیت سے سامنے آئے۔اقبال کے مغربی تمدن کے حوالے سے خیالات پر بحث کرتے ہوئے راج آنند لکھتے ہیں:

وہ مغربی اقوام سے کہتے ہیں ”تم نے اپنے تمدن میں مفاسد کا دروازہ کھول دیا ہے۔تم اسی آلے سے خودکشی کروگے جس سے تم نے اپنی قسمت کا محل تعمیر کیا ہے۔“(۲)

پاکستان میں اس وقت اخلاق باختگی کے جو مکروہ پہلو سامنے آرہے ہیں ان کی جڑیں اسی مغربی تہذیب میں پیوست ہیں جو کہ انٹرنیٹ کے ذریعے اور اسلامی اخلاق واقدار کی دوری کی وجہ سے اپنے بھیانک جبڑے کھولے کھڑا ہوا ہے۔جس کی وجہ سے ان میں نہ بچوں کی معصومیت کا احساس ہے نہ انسان کی بیچارگی ان کا ضمیر جھنجھوڑتی ہے۔

فسادِ قلب ونظر ہے فرنگ کی تہذیب

کہ روح اس مدَنیّت کی رہ سکی نہ عفیف

(ضرب کلیم، ص۹۵۹)(۳)

وہ مغرب کی تہذیب کو اسی لیے پسند نہیں کرتے کہ یہ فساد ہی فساد ہے۔

”اقبال کی شاعری نہ صرف تہذیب سخن بلکہ تزئین اخلاق کا ذریعہ ہے اور اسلامی اخلاق کی منہ بولتی تصویر ہے۔اسرار خودی خود اسلامی فلسفہ ہے اور یہی ایک چیز ہے جو اسلامی اخلاق اور اسلامی تعلیم کا جوہر ہے۔“(۴)

اقبال کا جو درد ہے وہ درد لا دوا ہے۔یعنی ایسا درد جو اسے ہر وقت بے کل رکھتا ہے متحرک اور فعال رکھتا ہے۔

جستجو کُل کی لئے پھرتی ہے اجزا میں مجھے
حسن بے پایاں ہے دردِ لا دوا رکھتا ہوں میں

یا پھر یہ شعر دیکھئے

یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

آج ہمارے جوانوں کے پاس تمنا تو ہے مگر اس میں مردنی کے آثار ہیں۔جو نہ قلب کو گرما سکتی ہے نہ روح کو تڑپا سکتی ہے۔

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے

یہ سچ ہے کہ انسان کی بے قراری اورتہذیبی ومعاشی اورمعاشرتی تباہ کاری کا اصل حل اسلامی اقدار اور تعلیمات میں ہے۔آسائش اور تعیش پرستی مسلمانوں کو اپنے راستے سے بھٹکانے کا ایک ایسا جال ہے جس میں وہ پھنستا ہی چلا گیا ہے۔یعنی عمل پیہم اور جہد مسلسل ہی ہمارے مسائل کا حل ہے۔منزل پانے کے لیے اسی راستے پہ آنا ضروری ہے جو کہ صراط مستقیم ہے۔

آج مسلمان قوم بیداری کے بجائے غفلت، روشنی کے بجائے تاریکی وظلمت، عم کی جگہ جہالت کا شکار ہوگیا ہے۔اقبال اسے زندگی کے ظلمت کدہ میں آگہی کا چراغ آرزو جلانے کا مشورہ دیتا ہے۔

آج بھی ذرہ ذرہ جلووں کی نمایش گاہ لیے ہوئے مگر ضرورت صرف دیدۂ بینا رکھنے والے کلیم کی ہے۔

کب تلک طور پہ دریوزہ گری مثل کلیم
اپنی ہستی سے عیاں شعلۂ سینائی پیدا کر

آج کے مسلمان نے مغرب کی ترقی تک کو خود کو محدود کرکے ان کے سائنسی ٹکروں کی خیرات کے لیے اپنے آپ کو اہل ثابت کرنے کی کوششوں میں جتا ہوا ہے۔اسے اپنی صلاحیتوں کو آزمانے اور اپنی قوت کو پرکھنے کا چانس ضرور لینا چاہئے:

زندگی کی قوتِ پنہاں کو کردے آشکار
تا یہ چنگاری فروغِ جاوداں پیدا کرے

تہذیبی ارتقا کے حوالے سے اقبال آگے بڑھنے سے زیادہ اس بات کو اہمیت دیتا ہے کہ سمت کا تعین کر لیا جائے اگر سمت کا درست تعین نہیں ہوگی تو آگے بڑھنے کی تمام کوششیں بے کار ثابت ہوں گی۔وہ ایک ایسے نصب العین کے تعین کی بات کرتا ہے جو مثبت نتائج کا حامل ہو۔جو کمزوری، بے عملی ،محرومی، پسپائی، کوتاہی اور تغافل سے یکسر متضاد ہو۔چھٹے خطبے ”اسلام کی ساخت میں حرکت کا اصول“میں اقبال فرماتے ہیں:

تغیر قرآن کے نزدیک خدا کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ سیاسی اور معاشرتی علوم جو یورپ کی ناکامی کا سبب ہیں، پہلے اصول کو واضح کرتے ہیں اور پچھلے پانچ سو سال میں مسلمانوں کی غیر حرکت پذیری دوسرے اصول کی توضیح ہے۔چنانچہ اسلام کی ساخت میں حرکت کا اصول کیا ہے؟ اسے اجتہاد کہتے ہیں۔اجتہاد کے لغوی معنی کوشش کرنا ہیں۔اسلامی قانون کی اصطلاح میں اس کا مطلب اس نقطۂ نظر کے ساتھ کوشش کرنا ہے کہ کسی قانونی سوال پر آزادانہ رائے قائم ہوجائے۔(۵)

تہذیبیں جہاں انسانی تمدن کی نمائندگی کرتی ہیں وہاں وہ قوموں کے مجموعی رویے کی غماز بھی ہوتی ہیں۔یونان وروم کی تہذیبیں،جس نے مغربی تہذیب کو متاثر کیا،چین کی قدیم تہذیب جس نے لکھنے کا فن دیااور لکھنے کے لیے کاغذ جیسی اہم چیز ایجاد کی۔بابل اور نینوا کی تہذیبیں ،ہڑپہ اور موہنجوداڑو کی تہذیب ،مصر کی تہذیب ، یہ سب تہذیبیں انسانی معاشرت اور جغرافیائی حوالے سے اہمیت کی حامل رہیں ۔مگر وقت کے ساتھ ختم ہوگئیں۔مغربی تہذیب کی عیاریوں کو روسی اشتراکیت نے کھول کر رکھ دیا۔

ان کے مقابلے میں اسلامی تہذیب جغرافیائی، علاقائی، نسلی اور لسانی ہر قسم کی حدود بندی سے ماورا ہے۔اسی لیے اسلامی تہذیب وتمدن میں کسی مخصوص علاقے ، وقت ، حالات، قوم اور نسل کو اہمیت حاصل نہ ہے بلکہ یہ پورے دنیا کے معاشروں کے لیے ہے۔

اسلامی معاشرہ کے بنیادی رکن کی حیثیت سے قرآن کی اہمیت وافادیت واضح ہے اور یہی علامہ کے نزدیک مسلمانوں کے تہذیبی ورثہ کی خشتِ اول ہے۔“(۶)

اقبال نے اسلامی تہذیب واقدار کو اہمیت دی اور اسے تمام تہذیبوں سے اعلیٰ قرار دیا۔جس کی بنیاد حریت، مساوات، اخوت، اتحاد، جوشِ عمل اور جذبۂ تعمیر پر رکھا گیا ہے۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کییہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

وہ حکمت ناز تھا جس پر خرد مندان مغرب کو

ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغِ کارزاری ہے

تدبر کی فسوں کاریسے محکم ہو نہیں سکتاج

ہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے

اہل مغرب نے مشینوں اور صنعت کی ترقی کی بنیاد پر مہلک اور انسان کش ہتھیار بناکر عالم انسانی کو غلام بنانے کا خواب دیکھا۔اس کوشش میں مغرب جاپان کے دو بڑے شہروں ناگا ساکی اور ہیرو شیما کو نشانہ بنا کر انسانی زندگی کے لیے تباہ کن نتائج کا اعلان کر چکا ہے۔ہتھیاروں کی اس دوڑ میں انسان دوستی، ہمدردی اور بلند اخلاق کی جگہ دولت پرستی اور مفاد پرستی نے لے لی۔

اقبال نے مغربی مدنیت کے خطرات سے مشرقی مشرقی اقوام خصوصاً دنیائے اسلام کو بار بار یقین دلایا کہ مغرب کی پیروی ان کے حق میں کسی طرح مفید نہیں ہوسکتی۔تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ میں مغربی تہذیب کے مسائل کا جائزہ لیتے ہوئے انھوں نے قوی دلائل کے ساتھ یہ بات کہی کہ عصر حاضر کی ذہنی سرگرمیوں سے جو نتائج مرتب ہوئے، ان کے زیرِ اثر انسان کی روح مردہ ہوچکی ہے یعنی وہ اپنے ضمیر اور باطن سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے اس کا وجود خود اپنی ذات سے متصادم ہے۔"(۷)

دورِ جدید میں جدید مغربی انسان کا نصب العین صرف اور صرف وسائل اور مال ودولت کا حصول قرار پایا۔سرمایہ دارانہ نظام اور اس کے مقابلے میں اشتراکی نظام دونوں معاشی سطح پر انسانی تہذیب سے بحث کرتے ہیں۔

"اقبال نے شدت کے ساتھ اس منفعت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مغربی ملوکیت اور مارکسی اشتراکیت ہر دو مادی اقدار پر مبنی ہیں ان کا روحانی یا ذہنی اقدار سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔۔ان کے نزدیک ملوکیت، آمریت ، نوآبادیت اور نسل پرستی سبھی جسم کو تقویت دیتے ہیں۔"(۸)

آج کی تہذیبی کشمکش میں ملٹی نیشنل کمپنیوں نے ساری دنیا کو اپنی تجارتی منڈی بنالیا ہے۔صارفیت کے اس دور میں انسان صرف اور صرف ایک صارف اور گاہک کی صورت اختیار کر گیا ہے جس کا جتنا خون نچوڑ لیا جائے وہ کم ہے۔ہمارے ہاں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کی خاطر اشیاء کا معیار گرا دیا گیا اور صارفیت کے عمل کو تیز کرنے کے لیے مہنگائی کے جن کو بوتل سے ایسے باہر نکالا گیا کہ اب اس پر قابو پانا مشکل ہوگیا ہے۔اس میں نہ صرف سرمایہ دار، بلکہ جاگیر دار اور اشتراکی بھی برابر کے حصہ دار نظر آتے ہیں۔

اقبال اپنی نظم "لینن خدا کے حضور" میں فرماتے ہیں:

ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے

سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

یہ علم یہ حکمت، یہ تدبر یہ حکومت

پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

بے کاری وعریانی وے خواری وافلاس

کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات

وہ قوم کہ فیضان سماوی سے ہے محروم

حد اس کے کمالات کی ہے برق وبخارات

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت

احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

(بال جبریل، شرح کلیات اقبال ص۷۴۲)

اقبال بار بار اس بات کو سامنے لاتے ہیں کہ روحانی حوالے سے تہی دامنی موجودہ دور کا ایک ایسا المیہ ہے جس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے وہ کم ہے۔اقبال سمجھتے ہیں کہ موجودہ دور مادہ پرستی کا دور ہے:

”اقبال نے بار بار اس امر کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے کہ۔۔روایتی اخلاقی تصورات کی جگہ افادیت پرستی نے لے لی ہے بلکہ انتہائی شکل میں تجارت پرستی نے ان کی جگہ لے لی ہے۔“(۹)

اقبال مادیت کی جگہ بردباری، سچائی، دیانت داری کو حقیقی مسلمان کی خصوصیت قرار دیتے ہیں۔

سبق پھر پڑھ شجاعت کا صداقت کا عدالت کا

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اعلیٰ تہذیبی اقدار کی نشوونما لیے اقبال غربت وافلاس کو لعنت قرار دیتے ہیں جو انسانی افعال واعمال اور کردار پر مضر اثرات چھوڑتی ہے ۔جو قوموں کی نشوونما میں رخنے ڈالتی ہے ۔علم الاقتصاد کے دیباچے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس زمانے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا مفلسی بھی نظمِ عالم میں ایک ضروری جزو ہے ؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہر فرد مفلسی کے دکھ سے آزاد ہو؟(۱۰)

آج ہمارے ہاں آبادی پر کنٹرول کے حوالے سے سیمینار منعقد کرائے جارہے ہیں ، غوروفکر کیا جارہا ہے مگر غریب ممالک سوائے زبانی جمع خرچ کے اس کا کوئی حل تلاش نہیں کرسکے۔جس کی وجہ سے غذائی ذرائع اور وسائل کم سے کم اور انسانی مسائل زیادہ سے زیادہ ہوتے جارہے ہیں۔اقبال نے بہت پہلے اس مسئلے کی طرف توجہ مبذول کرائی تھی۔ان کے نزدیک بڑھتی ہوئی آبادی قومی مفلسی کا سبب بنتی ہے۔یہ قومی مفلسی تہذیبی افلاس پر منتج ہوتی ہے۔اقبال کے بقول:

”آبادی کا مناسب حدود سے باہر نکل جانا افلاس اور دیگر بد نتائج کا سرچشمہ ہے۔“(۱۱)

علم الاقتصاد میں اقبال فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنی موجودہ اقتصادی حالت کو سنوارنے کا حق ہے اور یہی ہماری تمام بیماریوں کا آخری نسخہ ہے۔ان کے خیال میں اگر یہ نسخہ استعمال نہ کیا گیا تو ہماری بربادی یقینی ہے۔کیوں‌کہ غربت ایک ایسی چیز ہے جو کسی بھی قوم کی تہذیبی حالت کو درست نہیں ہونے دے سکتی۔

”غریبی قوائے انسانی پر برا اثر ڈالتی ہے بلکہ بسا اوقات انسانی روح کے مجلا آئینے کو اس قدر زنگ آلود کردیتی ہے کہ اخلاقی اور تمدنی لحاظ سے اس کا وجود وعدم برابر ہوجاتا ہے۔“ (۱۲)

ان کے افکار میں معاشی اور سماجی شعور ملتا ہے۔وہ جانتے ہیں کہ کوئی بھی معاشرہ یا تہذیب وثقافت بغیر روحانی اور مادی وسائل(سورسز) کے نہیں پنپ سکتی۔

محنت اور مشقت ہی میں ایک گھر سے لے کر قوم تک کے روشن مستقبل اور تہذیبی شناخت کا راز پوشیدہ ہے۔اقبال لکھتے ہیں:

”اگر میرے دل کی پوچھو تو میں سچ کہتا ہوں کہ محنت کشوں کے کھردرے ہاتھ نرم نرم ہاتھوں سے زیادہ خوبصورت ہیں۔“(۱۳)

اقبال تہذیبی ارتقا کی تکمیل کے لیے طبقہ نسواں کو بھی اہم سمجھتے تھے۔حقوق نسواں کے حوالے سے تعلیم نسواں کے حق میں تھے۔وہ جہاں یورپ کی چکاچوند اور بے راہ روی کے مخالف تھے وہاں ان کی اچھی اقدار کو اپنانے پر بھی زور دیتے تھے۔

”وہ اصلاح رسوم، اصلاح تمدن اور ضروریات زمانہ کے مطابق سائنس وٹیکنالوجی اور صنعت وحرفت اور تجارت کو بھی اہمیت دیتے تھے۔“(۱۴)

ان کے خیال میں ایسی ترقی اور تعلیم کا کوئی فائدہ نہیں جو کہ بلند معیارات اور تہذیبی اقدار نہ رکھتی ہوں۔

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر

لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ(بانگ درا)

یورپ کی وہ تعلیم جو کہ الحاد سکھاتی ہے ، انسان کو گمراہ کرتی ہے وہ اسے زہر قاتل قرار دیتے تھے۔تعلیم اور اس کے نتائج کے عنوان سے لکھتے ہیں:

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم

کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

(بانگ درا ص۲۹۷، شرح کلیات اقبال)

وہ تقلید کی زنجیروں کو توڑنا چاہتے ہیں۔جب کہ ہمارا معاشرہ تقلید ہی کو اپنے لیے راہِ نجات سمجھے ہوئے ہے۔نظم گلہ کا یہ شعر دیکھئے :

تقلید پہ یورپ کی رضامند ہوا تو

مجھ کو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

(ضرب کلیم،ص۱۰۷۴، شرح کلیات اقبال)

آج تہذیبی حوالے سے مشرق کی مغلوبیت کی ایک بڑی وجہ وہ عالمی اداروں سے قرضے بھی ہیں جن کے جال میں مشرق کے لوگوں کو بری طرح جکڑ دیا گیا ہے۔

جان بھی گروِ غیر، بدن بھی گروِ غیر

افسوس کہ باقی نہ مکیں ہے نہ مکاں ہے

(ضرب کلیم، ص۱۰۷۴، شرح کلیات اقبال)

احساس کمتری، بے یقینی، تشکیک والحاد، غیر سنجیدگی، تفریح پسندی، مادہ پرستی، عیش پسندی، منفعت کیشی، بے حیائی، عریانی، بد اخلاقی، بے راہ روی، بے حجابی، نغمہ وموسیقی، سستی وکاہلی، ذہنی غلامی، چھچھورا پن، سطحیت، بے عملی وبے علمی، جہالت وکٹ حجتی، ہوسناکی، بدذوقی وغیرہ جیسی قبیح چیزیں مسلمانوں کو روز بروز ناکارہ بنا رہی ہیں۔

ہوا ہے بندۂ مومن فسونئ افرنگ

اسی سبب سے قلندر کی آنکھ ہے نمناک

(ضرب کلیم، ص۱۰۵۷، شرح کلیات اقبال)

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں

اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ ورسمِ شاہبازی

(بال جبریل، ص۵۸۱، شرح کلیات اقبال)

اقبال کے خیال میں تہذیبیں آزاد ی کے زیور سے سجتی سنورتی ہیں۔ قوموں کی محنت ومشقت تہذیبی وقار کے حصول کا باعث بنتی ہے۔ہاتھوں میں کشکول اور منہ میں غیروں کا نوالہ رکھ کر بلند خیالات جنم نہیں لے سکتے۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات

تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

ان کی شاعری دور جدید میں زندگی گزارنے سے لے کر ایک مکمل ضابطۂ حیات اور طریقِ زندگی کا فلسفہ لیے ہوئے ہے۔ان کی شاعری اور نثر میں جدید فلسفے کے کئی پہلو منعکس ہوتے ہیں۔

”وہ جدید بیداری کے نقیب ہیں۔“(۱۵)

میں ہوں نو مید تیرے ساقیانِ سامری فن سے

کہ بزمِ خاوراں میں لے کے آئے ساتگیں خالی

نئی بجلی کہاں ان بادلوں کے جیب ودامن میں

پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی

(ضرب کلیم، ص۹۵۹، شرح کلیات اقبال)

ان کے خیال میں مغرب کی موجودہ ترقی کی اساس اسلامی اقدار پر ہے۔مغرب نے اسلامی تہذیب سے وہ موتی چن لیے جن کی وجہ سے وہ ایک ترقی یافتہ قوم کے طور پر ابھری۔جب کہ مسلمانوں نے قرآن اور اسلامی اقدار کو چھوڑ دیا جس کی وجہ سے وہ اپنا وقار اور مقام کھو بیٹھی۔سائنس وعلوم کی ترقی اور اعلیٰ تہذیبی اقدار کا نمونہ مغرب نے اسلامی تہذیب وتمدن ہی سے حاصل کیا۔ پانچویں خطبہ ”اسلامی ثقافت کی روح“ میں اقبال فرماتے ہیں:

سائنس جدید دنیا کے لئے عرب تہذیب کا زبردست عطیہ ہے، مگر اس کے پھل پکنے میں بہت سست رو تھے، مورش (Moorish)ثقافت کے تاریکی میں روپوش ہوجانے کے بعد مدتوں بعد، وہ جن اپنی پوری طاقت سے جوان ہوا ہے ، جسے جنم دیا جاچکا تھا۔یہ سائنس نہیں تھی، جس نے یورپ کو دوبارہ زندہ کیا، دوسرے اور بہت تہہ در تہہ اثرات، جو اسلامی تہذیب سے پھوٹے تھے، انھوں نے یورپ کی زندگی کو اپنی پہلی چمک سے منور کیا۔اگرچہ یورپ کی نشوونما کا کوئی ایک پہلو بھی ایسا نہیں ، جس پر اسلام کے فیصلہ کن اثرات نہ دیکھے جاسکتے ہوں،مگر وہ کسی اور جگہ اتنے واضح اور عظیم الشان نہیں، جتنے اس قوت کی تخلیق میں، جس سے جدید دنیا کی خصوصی عظیم تر توانائی کی تشکیل ہوئی اور وہی اس کی فتح کی سب سے بڑی اساس تھی۔ یعنی قدرتی سائنس اور سائنسی رویہ۔“(۱۶)

آج کی تہذیبی کشمکش اور اس کشمکش میں مغرب کے مقابلے میں مشرق کی حالیہ اور عارضی ہزیمت وشکست دراصل اسلامی شعائر سے روگردانی کی وجہ سے ہے۔

جب تک ہم اپنے اندر انفرادی واجتماعی طور پر انقلابی تبدیلیاں نہیں لائیں گے ،اس وقت تک ہمارے حالات درست نہیں ہوں گے۔ ملک راج آنند اقبال کے فلسفے کا ملخص بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حقیقت دراصل تکوین وتغیر کے عمل سے عبارت ہے۔"(۱۷)

غلامی اور دوسروں کی محتاجی سے بچنے کے لیے اخلاق اور مادی دونوں حوالے سے اصلاحات وقت کی اہم ضرورت ہے۔اور اقبال کے نزدیک یہ تبدیلی صرف مغرب کی تقلید یا نقل سے نہیں آسکتی۔ڈاکٹر عبدالمغنی لکھتے ہیں:

"اقبال دراصل عالمی سماج میں ایک ایسا انقلاب لانا چاہتے تھے جو مغرب کے پیدا کیے ہوئے تمدنی انقلاب کی اصلاح اور صحیح طور پر اس کی تکمیل کرسکے۔ ان کے نزدیک مغرب کا میکانکی نظام عالم انسانیت کے لیے ایک خطرہ تھا جسے دور کرنے کے لیے ایک ایسے متوازن انقلاب کی ضرورت تھی جس میں مادہ وصنعتی ترقی کے برابر روحانی واخلاقی ترقی بھی ہو۔اور اس کے نتیجے میں آدمیت عروج وکمال کے آخری نقطے پر پہنچے۔"(۱۸)

موجودہ تہذیبی کشمکش میں ایک پروقار مقام حاصل کرنے کے لیے علامہ اقبال اسلامی تہذیب کے زریں اصولوں کو اپنانے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔اقبال امت مسلمہ کے مسائل کا حل صرف اور صرف علم وعمل اور اعلیٰ تہذیبی وروحانی اقدار کی نشوونما میں تلاش کرتے ہیں۔ان کے خیال میں صرف مادی اور سائنسی ترقی مسائل کا حل نہیں ،جب تک اس ترقی کی بنیاد میں عظیم اخلاقی وروحانی قوت کارفرما نہیں ہوگی اس وقت تک کوئی بھی معاشرہ صحیح معنوں میں تہذیبی حوالے سے ارفع واعلیٰ مقام حاصل نہیں کرسکتا۔

پاکستان کو ایک ترقی پذیر بلکہ غریب ملک کہنا زیادہ مناسب ہوگا جہاں لوگوں کی ایک بڑی تعداد غربت کی لکیر کے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔جہاں امیر ، امیر سے امیر تر اور غریب ، غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ جہاں انسانی تہذیب مخدوش حالات کا شکار ہے۔ عالمی ہتھکنڈے اسے مزید کمزور سے کمزور تر کرتے جارہے ہیں۔ایسے حالات میں اقبال کے فرمودات اور نظریات کی روشنی میں اسلامی تہذیب وثقافت پر عمل پیرا ہوکر ہم ایک آزاد ملک کی بنیاد رکھ سکتے ہیں جو کہ عالمی منڈی کے بجائے ایک اسلامی نظریاتی ملک کی شکل میں ابھر کر سامنے آئے۔

حوالہ جات

۱۔سبطِ حسن،پاکستان میں تہذیب کا ارتقا،کراچی، مکتبہ دانیال، طبع چہارم، ۱۹۸۳ئ، ص۱۳

۲۔ڈاکٹر ملک راج آنند،اقبال کی شاعری مشمولہ اقبال نمبر، نقوش، نومبر ۱۹۷۷ئ(نیرنگ خیال کا اقبال نمبر، ۱۹۲۳ئ)، ص۵۴

۳۔ شرح کلیات اقبال،ترجمہ وتشریح یوسف مثالی، لاہور عبداللہ اکیڈمی، ۲۰۱۷ئ،ص۹۵۹

۴۔ملک عبدالقیوم، اقبال اور اسلامی دنیا کے دیگر شعرائ، مشمولہ اقبال نمبر، نقوش، نومبر ۱۹۷۷ئ(نیرنگ خیال کا اقبال نمبر، ۱۹۲۳ئ)، ص۶۰

۵۔شہزاد احمد(مترجم)،اسلامی فکر کی نئی تشکیل،لاہور، مکتبہ خلیل، ص۱۷۹

۶۔علامہ ا قبال اور میراث ا قبال از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، مشمولہ نقوش،لاہور، اقبال نمبر۲، شمارہ ۱۲۳، دسمبر ۱۹۷۷ئ،ص۷۷

۷۔ملت اسلامیہ اور اقبال از ڈاکٹر فرمان فتح پوری، مشمولہ اقبال نمبر ۲،شمارہ ۱۲۳،ص۳۴۸

۸۔محمد ناصر، ڈاکٹر معروف، اقبال کا سیاسی فلسفہ مشمولہ اقبال ممدوح عالم مرتبہ ڈاکٹر سلیم اختر، لاہور، بزم اقبال، ۱۹۷۸ئ،ص۴۶۶

۹۔محمد ناصر، ڈاکٹر معروف، اقبال کا سیاسی فلسفہ مشمولہ اقبال ممدوح عالم مرتبہ ڈاکٹر سلیم اختر، لاہور، بزم اقبال، ۱۹۷۸ئ،ص۴۶۵

۱۰۔سمیع اللہ قریشی، اقبال کا نظری آبادی، مشمولہ اقبال شناسی کے زاویے مرتبہ سلیم اختر، لاہور، بزم اقبال، ۱۹۸۵ئ،ص۲۰۲

۱۱۔ایضاً،ص۲۰۳

۱۲۔پیش لفظ، علم الاقتصاد از علامہ اقبال، لاہور سنگ میل پبلیکیشنز، جلد اول، ۲۰۰۴ئ،ص۲۱

۱۳۔مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد معینی، لاہورر، ۱۹۶۳ئ، ص۶۱، ۶۲

۱۴۔ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی،عروج اقبال، لاہور بزم اقبال، ۱۹۸۷ئ،ص۱۸۳،۱۸۴

۱۵۔ڈاکٹر ملک راج آنند،اقبال کی شاعری، ص۵۴

۱۶۔شہزاد احمد(مترجم)،اسلامی فکر کی نئی تشکیل، ص۱۵۹

۱۷۔ڈاکٹر ملک راج آنند،اقبال کی شاعری ، ص۵۴

۱۸۔ڈاکٹر عبدالمغنی، تنویر اقبال، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۹۰ئ،ص۳۹،۴۰